گویائی سے محروم افراد کے نکاح، طلاق اور بیوع کا انعقاد: ایک تحقیقی مطالعہ

Dumb and his point matters in Wedlock, Divorce and Trading: a research study

حافظ شاہ بخت رواں[i] ممتاز خان[ii]

Abstract

Dumb in the sence "lacking the power of speech" and noun dumb in the sence "person who lacks the power of speech.In Short, permanently or temporarily unable to speak.

Dumb also is a person like us but there is lack of speaking power in his body.On the other side, there are some matters in Islam and Sharia which belongs to tongue and speaking. In these matters Wedlock, Divorce and Trading matters are on the top, which are also essention for the Dumb like other human beings.So if we stop dumb person from these matters, his life will become difficult to him.So Islam is a religion of equality and justice, and give to every person his rights in a proper method.Therefor, if a person is unable to speak,it does not mean that he is disable for his daily life dealings,but Islam gives him some oppertunities to deal his life as well as his Wedlock, Divorce and Trading matters in smooth manner.In this article it is stated that the points and signals of dumb with hands,eyes ect are ulternative of speaking and it is proved by the arguments of sharia and the teachings of islam and that his matters are Applicable but with proper way of sharia.

Key Words: *Dumb , Sharia , Speaking , Wedlock , Divorce , Trading*

لفظ "اَخْرَسْ" کی تحقیق

لسانی طور پر معذور فرد کو عربی میں "اَخْرَسْ" کہتے ہیں۔ "اَلْخَرَسُ" "خَرِسَ" کا مصدر ہے جس کا معنٰی ہے: گونگاپن۔ یعنی ایسا شخص جو خلقتاً کلام (باتوں) سے منع کیا گیا ہو اور ان کی قوت

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

گویائی زائل ہو گئی ہو یا قدرتی طور پر کلام پر قادر نہ ہو[1]۔ قرآن میں گونگے کے لیے "اَبۡکَمۡ" کا لفظ مستعمل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًارَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَاأَبْكَمُ لَايَقْدِرُ[2]

"اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک اِن میں سے گونگا ہے اور کسی کا غلام ہے ۔بے اختیار و ناتواں کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا[3]۔ "

علماء لغت کے نزدیک " اَبۡکَمۡ "اُس شخص کو کہتے ہیں جو بول نہیں سکتا اور نطق سے معذور ہو، بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جو عقل و فہم نہیں رکھتا جب کہ بعض کے نزدیک یہ وہ شخص ہے جو نہ سُن سکتا ہو اور نہ دیکھ سکتا ہو[4]۔ جب کہ لفظ "اَخۡرَسۡ" کا معنیٰ اس شخص سے کرتے ہیں جو بول نہیں سکتا یعنی نطق اور کلام پر قادر نہ ہو:

الأخرس الذي لا يتكلم [5]

اسی وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ "ابکم" اور "اخرس" دونوں ایک ہے۔ جب کہ بعض کے نزدیک "ابکم " وہ ہے جو نہ بول سکتا ہو اور نہ بات کو سمجھ سکتا ہو۔ لیکن اگر بات سمجھ میں آجائے تو پھر اس کو "اخرس" کہتے ہیں[6]۔

لسانی طور پر وہ معذور شخص جو بولنے پر قادر نہ ہو اور زبان سے الفاظ کی ادائیگی سے قاصر ہو جس سے سننے والوں کو اُن کی بات سمجھ میں نہیں آسکتی ہو جب کہ دوسروں کی بات اس کی سمجھ میں آسکتی ہو، تو ایسے شخص کو " اَخۡرَسۡ "(گونگا) کہتے ہیں۔

عوارض کی شرعی حیثیت اور اِخراس کا قضیہ

عَوَارِضۡ، عَارِضٌ کی جمع ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: ہر وہ چیز جو سامنے آنے والا ہو۔ جب کہ دوسرا معنیٰ ہے منع کرنے والا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا[7]

"پھر جب انہوں نے (قوم عاد نے) اس عذاب کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہے گا۔"

یہاں بادلوں کو عارض اس لیے کہا گیا کہ بادل سورج کے اثر (دھوپ) کو منع کرتا ہے۔ تو عوارض کو بھی عوارض اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بعض احکامِ شرعی مکلّف سے منع کرتا ہے۔ اور بعض احکام میں تغییر لاتا ہے۔

شرعی اصطلاح کے اعتبار سے عوارض سے مراد وہ اُمور، خصائل اور آفات ہیں جو مکلّف سے شرعی احکام کی تغیر یا شرعی احکام کے انعدام وسکوت میں تاثیر رکھتا ہو[8]۔ چونکہ عوارض اہلیت وجوب و اَداء کے متعلقہ احکام کو ثبوت سے منع کرتا ہے یا اس میں کمی بیشی کرتا ہے اس لیے اس کو "عوارض" کا نام دیا گیا ہے۔ عوارض کی دو قسمیں ہیں:

1. عوارضِ سماوی

یہ وہ عوارض ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں ہو اور من جانب اللہ انسان کو لاحق ہوئے ہو، اس لیے ایسے عوارض کو "عوارض غیر اختیاری" بھی کہتے ہیں۔ مثلاً، جنون، صغر، نوم، بے ہوشی ،موت، حیض، نفاس، بڑھاپہ، اور دیگر امراض۔ چونکہ یہ عوارض من جانب اللہ نازل ہوتے ہیں جس کی نسبت آسمان کی طرف ہوتی ہے اس لیے ایسے عوارض "عوارض سماوی" کہلاتے ہیں۔ جس میں انسان مجبور ہوتا ہے۔

2. عوارضِ مکتسبہ

یہ وہ عوارض ہیں جس میں انسان کی اختیار چلتی ہو اور اس کے وقوع میں انسانی کسب واختیار کو دخل ہو یا اس کے زائل (ختم) نہ کرنا انسان کی وجہ سے ہے اگر انسان چاہے تو ایسے عوارض کو اپنے آپ سے دور کر سکتا ہے۔ مثلاً: بے عقلی، نشہ، جہل، خطاء، سفر، اکراہ [9]۔ چونکہ ان عوارض میں انسان کی اختیار کو دخل اندازی حاصل ہے اس لیے ایسے عوارض کو" عوارض اختیاری" بھی کہتے ہیں۔ جس میں انسان مجبور نہیں ہوتا۔

اِن عوارض میں بعض عوارض ایسے ہیں جو مکلّف سے اہلیتِ وجوب کو زائل کرتا ہے یعنی وہ حکم شرعی کے ادائیگی اور وجوب کا اہل ہی نہیں رہتا، مثلاً: موت۔ جب کہ بعض ایسے عوارض ہیں جس سے مکلّف میں اہلیت وجوب تو باقی رہتی ہے لیکن فی الحال اس میں اہلیتِ اداء نہیں رہتی جیسا کہ نوم، بے ہوشی وغیرہ۔ اور بعض ایسے عوارض ہیں جس کی وجہ سے مکلّف میں وجوب واداء کی اصل

اہلیت تو باقی رہتی ہیں لیکن بعض احکام میں تغییر کو لازم کراتی ہے مثلاً: حیض، نفاس، سفر، مرض وغیرہ[10]۔

اِخراس (گونگا پن) کا تعلق بھی کسی حد تک عوارض کے ساتھ ہے کیونکہ یہ بھی ایک المیہ ہے جو کہ بعض انسانوں کو لاحق ہوتی ہے جو کہ عرض ہے نہ کہ اصلِ صفتِ انسانی۔ انسان کی صفتِ اصلی تو نطق اور بول چال ہے جس کی وجہ سے انسان عام دیگر مخلوقات سے امتیاز رکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں گونگا پن ایک عرض ہے جو کہ من جانبِ اللہ انسان کو لاحق ہوتی ہے۔ اور اس عرض کا تعلق "عوارضِ سماویہ" کے ساتھ ہے جس میں انسان کی اختیار نہیں ہوتا۔ اور عوارض میں اس کا عام تعلق مرض کے ساتھ ہے کہ انسانی جسم میں دیگر امراض کی طرح "مرضِ اخراس" بھی قدرتِ خداوندی میں سے ہے۔ پھر چونکہ اِن عوارض کی وجہ سے بعض شرعی احکام میں تغییر و تبدّل کے آثار واقع ہوتے ہیں اس لیے اِخراس کی وجہ سے "اَخرَس" کے بعض احکام میں بھی تغییر و تبدّل رونما ہوتے ہیں۔

ثبوتِ احکام میں اشارے کی شرعی حیثیت اور اَخرَس کے اشارے کا قضیہ

اصل میں اَخرَس (گونگے) کے جتنے بھی شرعی احکام ہیں تو اس میں اَخرَس کے اشارے کو انتہائی دخل حاصل ہے کیونکہ اَخرَس اپنے مافی الضمیر کا اظہار تو زبان سے نہیں کر سکتا کیونکہ اس باب میں وہ معذور ہے اس لیے اشارے اور کتابت سے وہ اپنے خیالات، احساسات، مضمرات، جذبات اور تصوّرات کا اظہار کرتا ہے:

الإنسان الأخرس داخل في هذا الوصف ، لأنه وإن عجز عن تعريف غيره ما في قلبه بطريق اللسان، فإنه يمكنه ذلك بطريق الإشارة وبطريقة الكتابة وغيرهما [11]

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بات کا شرعی ثبوت ہو جائے کہ آیا دوسرے امور کی طرح اَخرَس شرعی امور کے بارے میں بھی اپنے مافی الضمیر کا اظہار اشارے سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کس حد تک کر سکتا ہے اور کن امور میں کر سکتا ہے؟

لفظ اشارہ خود بھی عربی لفظ ہے اور اشارے کے لیے عربی میں "رَمزْ، وحی اور اِیماء" کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ اشارہ وہ اسم ہے جو نفسِ صیغہ سے ثابت ہوا ہو اور اس کے لیے کلامِ سابق کی ضرورت نہیں ہو:

الإشارة هو الثابت بنفس الصيغة من غير أن يسبق له الكلام[12]

اشارے کے بارے میں قرآنِ کریم کے مندرجہ ذیل نصوص وارد ہوئے ہیں:

اللہ تعالیٰ سیدنا زکریا علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سیدنا زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو سیدنا زکریا علیہ السلام نے اطمینانِ قلبی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے اس امرِ نوید کی نشانی طلب فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی:

قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا [13]

"فرمایا آپ کی نشانی یہ ہے تم لوگوں کے ساتھ تین دن باتیں نہیں کر سکیں گے مگر اشارے سے۔"

دوسری جگہ اسی حکایت کے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا، فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا [14]

"فرمایا کہ آپ کی نشانی یہ ہے کہ تم صحیح سلامت ہوتے ہوئے تین دن رات لوگوں سے بات نہ کر سکوگے۔ پھر وہ عبادت کے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ صبح وشام تسبیح کرے رہو۔"

"رَمزْ" لغت میں ہونٹوں سے اشارہ کرنے کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ آبروؤں، آنکھوں اور ہاتھوں سے ایماء اور اشارے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ جس کا اصل "حرکت" ہے اور بعض کہتے ہیں کہ "طلب" ہے[15]۔ ان آیات میں اس قضیے کی دلیل موجود ہے کہ اشارہ بمنزلہ کلام ہوتا ہے۔ جس سے مشارٌ الیہ کی ثبوت عند الحاجۃ ایسی ہوتی ہے جیسا کہ کلام سے ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اشارہ ایک فعل ہے اور کلام قول ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ عقود میں حصولِ مقصد کے لیے فعل، کلام سے ابلغ (زیادہ بلیغ) ہوتی ہے[16]۔

اشارے کے بارے میں قرآن کریم میں دوسری حکایت اللہ تعالیٰ سیدہ مریمؑ کی بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریمؑ کو حکم دیا کہ اپنے بچے کو لے کر

یہاں سے اپنی قوم کی طرف جاؤ اور جب قوم والے آپ پر تہمت اور الزامِ زنا لگائے تو تم ان کے ساتھ باتیں نہ کرنا اور ان کو کہنا کہ میں نے رحمٰن ذات کے لیے روزہ رکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جب آپؑ اپنی قوم میں پہنچی تو وہی الزام لگایا جس کا ڈر تھا تو سیدہ مریمؑ نے باتیں کرنے اور دلیل قولی کی بجائے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ یہ خود اپنی براءت بیان کرے گا:

فَأَشارَتْ إِلَيْهِ [17]

اس سے معلوم ہوا کہ بیان کے لیے اشارہ کا استعمال امرِ خداوندی ہے اور شرعی احکام میں مؤثر ہے۔

الاحاديث الواردة فی قضية الاشارة

ایسے متعدد احادیث مبارکہ وارد ہوئے ہیں جس میں مطلق اشارے سے شرعی احکام کے ثبوت کی طرف

رہنمائی ہوتی ہے اور جس سے یہ حقیقت مترشّح ہوتی ہے کہ اشارہ کلام کی جگہ استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔ ان احادیث میں چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہیں:

1. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے اپنی لونڈی (جس کا نام جاریہ سوداء تھی) لائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے ذمے ایک مؤمن رقبہ کی چھڑائی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لونڈی کو فرمانے لگا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس لونڈی نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرمانے لگا کہ میں کون ہوں؟ تو لونڈی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی مطلب یہ تھا کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ اس کو آزاد کرو کیونکہ یہ ایمان والی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ :إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً.فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللَّهُ؟ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِأُصْبُعِهَا.قَالَ لَهَا:فَمَنْ أَنَا؟ فَأَشَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ وَإِلَى السَّمَاءِ يَعْنِي أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ. فَقَالَ :أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ [18]

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے ہی سے جاریہ سوداءؓ کی اسلام کی اجازت دے دی جو کہ اصلِ دیانت ہے جس سے کسی کی خون اور مال محفوظ ہو جاتی ہے اور جس کی وجہ سے وہ جنت کا

مستحق ہوتا ہے اور دوزخ کی آگ سے نجات بھی حاصل کرتا ہے۔ اور اشارے ہی سے اس کی ایمان کا حکم دیا جیسا کہ اگر کوئی اس پر کلام کرے تو بھی اس کا یہی حکم ہوگا۔ پس اس سے یہ لازم آتی ہے کہ اشارہ تمام امور دیانات میں مؤثر ہو جائے[19]۔

2. سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسطیٰ اور سبابہ انگلیوں کو پیوست کر کے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا اور فرما رہے تھے:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَذِهِ مِنْ هَذِهِ،أَوْ كَهَاتَيْنِ [20] "میں اور قیامت اسی طرح (پیوست) بھیجا گیا ہوں۔"

اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت جیسی مہم امر شرعی کے اتیان و قربت کی وضاحت اشارے سے کرائی جس سے ناظرین احسن طریقے سے سمجھ گئے۔ اگر اشارہ مؤثر نہ ہوتا تو آپؐ اشارے سے وضاحت نہ فرماتے۔

3. عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا،ثُمَّ عَقَدَ إِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ [21]

"اسلامی مہینہ، اتنے، اتنے اور اتنے دنوں کی ہوتی ہے۔ پھر تیسری دفعہ میں ابہامہ انگلی کو کم کر دیا۔"

مہینے کے دنوں کی گنتی کو صریح الفاظ کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنایہ اور اشارہ سے بتاتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے انگلیوں سے تین دفعہ اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ مہینہ تیس دنوں کا ہوتا ہے جب کہ دوسری دفعہ پھر وہی اشارے سے بیان کرتے ہوئے تین دفعہ "ھکذا" کے الفاظ دہرائے مگر تیسری دفعہ ایک انگلی (ابہامہ) کو کم کیا کہ مہینہ اُنتّیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔ پس تم رؤیت ہی سے روزہ و افطار کرو اگر چاند تم کو نظر نہ آئے تو پھر تیس دنوں کی گنتی کو پوری کرو۔

امام نوویؒ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

وَفِي هَذَا الْحَدِيث جَوَاز اِعْتِمَادالْإِشَارَة الْمُفْهِمَة فِي مِثْل هَذَا [22]

4. عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مریض پر رونے کے موقع پر) فرمایا:

لاَ يُعَذِّبُ اللَّهُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا فَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ [23]

" اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوؤں کی وجہ سے (میت کے) عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور زبان کی طرف اشارہ کیا۔"

5. عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی افطاری کے وقت کا تعین کرتے ہوئے فرمانے لگے:

أشارالنبي بيده إلى المشرق قال إذا رأيتم الليل أقبل من ها هنا فقد أفطر الصائم [24]

" آپ ؐ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: جب تم شب کو اسی طرف سے آتے ہوتے ہوئے دیکھو تو پھر روزہ دار کو روزہ افطار کرنا چاہیئے۔"

6. اسماءؓ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کسوف ادا کر رہا تھا تو میں نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اس وقت سیدہ عائشہ نماز پڑھ رہی تھی تو انہوں نے سر سے سورج کی طرف اشارہ کیا کہ سورج گرہن ہوئی ہے:

فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى الشَّمْسِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ نَعَم [25]

7. انسؓ سے فرماتے ہیں کہ (زندگی کے آخری ایام میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکرؓ کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپؓ نماز کے پڑھنے کے لیے آگے ہو جائے:

أَوْمَأَ النَّبِيُّ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ [26]

8. ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمع صحابہؓ سفر حج کے دوران حالتِ احرام میں تھے اور ابو قتادہؓ احرام میں نہیں تھے تو اس نے شکار کیا۔ تو صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

قَالَ مِنْكُمْ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَن يَحْمِلَ عَلَيْهَا، أَوْأَشَارَإِلَيْهَا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا [27]

" آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس شکار کا باعث بنایا اس کی طرف اشارہ کیا ہے؟ صحابہ کہنے لگے: نہیں۔ آپ ؐ فرمانے لگے: تم اس کو کھاؤ یہاں تک کہ اس کی گوشت باقی نہ رہی (شکار کا سارا گوشت کھالیا)۔"

معلوم ہوا کہ اگر محرم اشارے سے بھی شکار پر دلالت کرے تو یہ بمنزلہ کلام کے ہے اور اس پر جزاء یعنی دَمُ لازم ہو گا۔ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ اشارے سے احکامِ شرعی ثابت ہوتے ہیں۔

9. انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنی لونڈی مار ڈالی اور اس کے زیورات کو لے کر لونڈی کو سر پر مارا۔ تو اس کے اہل والوں نے اس لونڈی کو آپؐ کے پاس اس حالت میں لائی کہ

ابھی سانس باقی تھی۔ آپؐ نے لونڈی سے پوچھا کہ فلاں نے تجھے مارا ہے؟ لونڈی نے سر سے اشارہ کر کے نہیں میں جواب دیا۔ پھر آپؐ نے دوسرے غیر قاتل شخص کے بارے میں پوچھا کہ فلاں نے تجھے مارا ہے؟ لونڈی پھر سے سے اشارہ کیا کہ نہیں۔ پھر آپؐ نے قاتل کا نام لے کر پوچھا تو لونڈی نے سر کے اشارے سے کہا: کہ ہاں اس نے مجھے مارا ہے تو آپؐ نے اس قاتل کے سر کو دو پتھروں کے درمیان مارنے کا حکم دیا:

مَنْ قَتَلَكِ فُلاَنٌ لِغَيْرِ الَّذِي قَتَلَهَا فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا [28]

10. عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ فتنہ یہاں سے ظاہر ہو گا اور مشرق کی طرف اشارہ کیا:

الْفِتْنَةُ مِنْ هَاهُنَا وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ [29]

پس یہ احادیث اور ان جیسے دیگر روایات اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اشارہ جس سے بات سمجھ میں آسکتی ہے تو یہ قائم مقام لفظ کے ہوتا ہے یعنی جس طرح تلفظّ سے شرعی احکام کی لزوم ہوتی ہے اس طرح اشارہ مفہمہ سے بھی۔

اشارہ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف

جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ اشارہ مفہمہ قائم مقام نطق و قول کے ہے اور ہر حال میں نافذ العمل ہو گا لیکن احناف بعض حالات میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں جس کی بناء پر دیگر فقہاء کرام احناف پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اشارے کے باب میں یہ ظاہر روایات سے انکار کرتے ہیں اور مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کتاب الطلاق میں اشارے کے بارے میں جو ترجمۃ الباب "الإِشَارَةِ فِي الطَّلاَقِ وَالأُمُور "منعقد کیا ہے اس کا مقصد بھی احناف پر رد ہی ہے [30]۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مطلق اشارہ مؤثر نہیں ہر چہ وہ اشارہ جس سے معاملہ اچھی طرح سمجھ میں آتا ہو جس کو "اشارہ مفہمہ" کہلاتا ہے تو یہ اشارہ مؤثر ہے۔ دوسرا یہ کہ اشارہ اس شخص کی طرف سے ہو جو لسانی طور پر معذور ہو یا ایسے حالت میں ہو کہ بات کرنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ احادیث مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اشارہ مفہمہ سے ثبوت احکام قیاساً باطل ہے مگر استحساناً جائز ہے:

وقال أبوحنيفة وأصحابه:أن كانت إشارته تعرف في طلاقه ونكاحه وبيعه فهو جائز عليه وإن كان يشك فيه فهو باطل. وقال:ليس ذلك بقياس إنما هوالاستحسان،والقياس في هذاكله باطل لأنّه لا يتكلّم ولا تعقل إشارته[31]

مزید وضاحت

حقوق دو قسم پر ہیں: (۱) حقوق اللہ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج (۲) حقوق العباد جیسا کہ عقود، اقرار، وصیت وغیرہ۔ تو حقوق اللہ میں اشارہ مفہمہ بالاتفاق کافی ہے خواہ اخرس سے ہو یا غیر اخرس سے۔ خواہ نطق پر قادر ہو یا نہ ہو جبکہ حقوق العباد میں علماء کے اقوال موجود ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو شخص کلام پر قادر نہ ہو اور کلام سے مایوس ہو تب اس کا اشارہ معتبر ہو گا۔ امام طحاویؒ اور بعض حنابلہ کے نزدیک قریب الموت کا اشارہ معتبر ہے۔ امام اوزاعیؒ کے نزدیک اگر اشارہ سے پہلے کلام کیا ہو اور پھر اشارے سے اس کی وضاحت کرے تو پھر اشارہ مؤثر ہو گا۔ امام مکحولؒ کے نزدیک اگر کوئی کہے کہ فلاں غلام آزاد ہے اور پھر چُپ ہوا۔ اس کے بعد اس کو کوئی کہے کہ فلاں غلام بھی آزاد ہے؟ اور وہ اشارے سے کہے کہ ہاں تو اس صورت میں اشارہ مؤثر ہو گا۔ ہر چہ وہ شخص جو کلام پر قادر ہو تو حقوق العباد میں اس کے اشارے کا قضیہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک اس کا اشارہ کلام کے قائم مقام نہیں ٹھہرتا اور غیر معذور کا اشارہ حقوق العباد میں مؤثر نہ ہو گا[32]۔

آمدم بر سر مراد

مطلق اشارے کا قرآن وحدیث سے ثبوت اور پھر مختلف افراد سے مختلف حالات میں اشارہ مفہمہ سے احکام کی ثبوت وعدمِ ثبوت کے بیان کے بعد اب ہم اپنی اصل مقصد کی طرف آتے ہیں جو کہ لسانی طور پر معذور شخص (اَخْرَس) کا مختلف معاملات میں اشارے کی قضیے پر بحث ہیں۔ ویسے تو شرعی معالات کے حدود بہت وسیع ہیں لیکن عام طور پر ہر خاص وعام کو جن معاملات کا سامنا پڑتا ہے تو اس میں نکاح، طلاق (یعنی عائلی معاملات) اور بیوع (یعنی معاشی معاملات) شامل ہیں۔ اور یہی معاملات اس مقالے میں زیرِ بحث ہے۔

نکاح وطلاق کے معاملات (عائلی معاملات) میں اَخْرَسْ کے اشارے کا قضیہ

نکاح "نَکَحَ "کے مادے سے نکلا ہے جس کا لغوی معنٰی ہے: ضَمُّ، جمع اور الصاق (جوڑنا، پیوست کرنا)[33]۔ اصطلاح شرع میں نکاح اس عقد کا نام ہے جس کے ذریعے قصداً

ایک شخص عورت کے متعہ (یعنی عورت کے بضعہ سے فائدہ اُٹھانے) کا شرعی طریقے سے مالک بن جاتاہے[34]۔

نکاح کے شرائط میں ایک اہم اور ضروری شرط ایجاب اور قبول ہے۔ جس کے لیے مخصوص الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور ان الفاظ سے ایجاب وقبول کا معنی ومفہوم مترشّح ہوتاہو اور اِن الفاظ سے کسی چیز کی تابیدی تملیک کا مفہوم واضح طور پر معلوم ہو۔ مثلاً: مطلق لفظ نکاح، تزویج، ہبہ، صدقہ، تملیک وغیرہ کے الفاظ[35]۔ فقہاء کرام نکاح کے الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ صریحی ہو نہ کہ کنائی۔ اسی وجہ سے نکاح کنائی الفاظ سے منعقد نہیں ہوتی۔ رہی یہ بات کہ اشارہ کس قبیل سے ہے تو فقہاء کے نزدیک اشارہ کنایہ کے قبیل سے ہے لہٰذا قاعدے کی رو سے اگر ایجاب وقبول کے الفاظ کی تعبیر اشارے سے کیا جائے تو ناقابلِ قبول ہے۔ پس نطق پر قادر انسان کے لیے ایجاب وقبول کے الفاظ صراحتاً کہنے سے لابُدی ہے۔ لیکن چونکہ اَخرس نطق پر قادر نہیں اس لیے وہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی میں معذور ہے اور شرعی لحاظ سے اس کی یہ عذر قابلِ قبول ہے اور اشارہ مفہمہ سے اس کی نکاح استحساناً[36] منعقد ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اخرس کتابت پر قادر ہو اور الفاظ ایجاب وقبول کتابت میں لائے تو بھی صحیح ہے بلکہ احناف کے نزدیک اگر کتابت جانتا ہو تو پھر کتابت ہی سے نکاح منعقد ہوگی اور اشارے سے نہیں بخلاف نطق پر قادر شخص کے[37]۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بالاتفاق اخرس کی کتابت اشارے سے زیادہ اولیٰ وبہتر ہے کیونکہ کتابت مراد پر دلالت کرنے میں اقویٰ اور بہتر ہے[38]۔

اخرس کے طلاق کا قضیہ

لفظِ طلاق "طَلَقَ" کے مادے سے نکلاہے جس کا لغوی معنٰی ہے: رسی سے باندھے ہوئے چیز کو کھولنا، چھوڑنا، آزاد کرنا، قید سے قیدی کو فارغ کرنا، طلاق کو بھی طلاق اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے عورت نکاح کی رسی سے کھول جاتی ہے[39]۔ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے طلاق شرعی لحاظ سے جو قید نکاح[40] کا ثابت ہوا ہے مخصوص الفاظ سے اس قید کے رفع اور زائل ہونے یا اس قیدِ نکاحی میں نقصان اور کمی[41] کو کہتے ہیں:

رَفْعُ الْقَيْدِ الثَّابِتِ شَرْعًا بِالنِّكَاحِ [42]

نکاح کی طرح طلاق میں بھی الفاظِ طلاق مقصود ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ طلاق ہر اُس لفظ سے واقع ہوتی ہے جس سے معنیٰ طلاق مفہوم ہوتا ہے خواہ الفاظِ طلاق صریح ہو یا کنائی۔ اسی اعتبار سے طلاق کے دو بڑے اقسام بیان کئے گئے ہیں۔

أ- طلاقِ صریح

وہ طلاق جو واضح الفاظ سے دیا جائے جیسا کہ "أنت طالق ومطلقة وطلقتك" کے الفاظ جو طلاق کے لیے خاص ہے اور طلاق ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ طلاق کی اس قسم میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ب- طلاقِ کنائی

وہ طلاق جو صریح الفاظ کی بجائے ایسے الفاظ یا حال سے دیا جائے جس میں طلاق کی طرف اشارہ موجود ہو۔ اس قسم کے طلاق میں نیت اور حال کا اعتبار کیا جائے گا اگر کنایہ یا اشارہ سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو گا[43]۔

فقہاء کرام طلاقِ اخرس کے سلسلے میں اس طرف گئے ہیں کہ چونکہ طلاق کا تعلق بھی تصرفات اور عقود سے ہے اسی وجہ سے اشارہ مفہمہ سے اخرس کا طلاق واقع ہوتا ہے۔ البتہ شوافع اور حنابلہ اس پر مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اخرس اگر ایسے اشارے سے طلاق دے جو سب کی فہم و سمجھ میں آتا ہے تو یہ اشارہ اس کی ضمن میں طلاقِ صریح کی صورت میں واقع ہوتا ہے۔ اور اگر ایسے اشارے سے طلاق دے کہ اشارہ بعض کی سمجھ میں آتا ہے اور بعض کی سمجھ میں نہیں تو اسی صورت میں طلاقِ کنائی ہے اور اس میں نیتِ اخرس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر نیت طلاق کا ہو تو واقع ہو گا ورنہ نہیں[44]۔

کتابتِ اخرس کے سلسلے میں طلاق کی صورتیں

- ✓ جب وہ واضح طور پر الفاظ طلاق لکھیں اور اِن الفاظ سے اس کی نیت طلاق دینا ہو، تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
- ✓ جب کسی چیز کی کتابت کرے اور اس سے اس کی نیت طلاق کی نہ ہو بلکہ اپنے اہل کے غم کا اظہار یا خط کی تجوید کی نیت ہو تو اسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گا۔ اور اگر کسی بھی چیز کی

نیت نہ ہو بلکہ بلا نیت کسی چیز کی کتابت کی تو اس میں وقوع اور عدم وقوع دونوں وجوہ موجود ہیں۔

- ✓ اور اگر کوئی چیز لکھیں اور وہ واضح نہ ہو جو طلاق پر واضح پر دلالت کرتا ہو تو اسی صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہو گا[45]۔

اسی قاعدے کے بناء پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور احناف اس پر متفق ہے کہ اگر اَخرس اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو یہ طلاق لازم یعنی واقع ہو گا[46]۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اخرس کے اپنے تصرفات مثلاً: اعتاق، طلاق، بیع، شراء وغیرہ میں اشارہ مفہمہ اور کتابت کلامِ ناطق کی طرح مؤثر ہے۔ جب کہ طلاق کے سلسلے میں نطق پر قادر شخص کا بھی طلاق اشارے سے واقع ہوتا ہے۔ یہی مسلک امام احمدؒ کا بھی ہے۔ البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک اگر سلیم اللسان اشارہ سے طلاق دے تو اس کا اشارہ قبول نہیں کیا جائے گا[47]۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ناطق کا اشارہ کنایہ ہے۔ اگر اس نے اشارے سے طلاق کی نیت کی ہو تو اَخرس کی اشارے کی طرح طلاق واقع ہو گا[48]۔

بیوع کے سلسلے میں اشارۂ اخرس کا قضیہ

بیوع، بیع کی جمع ہے۔ کلامِ عرب میں یہ لفظ "اضداد" سے ہے جس کا اطلاق لغوی اعتبار سے خرید و فروخت دونوں پر ہوتا ہے[49]۔ شرعی اصطلاح کے اعتبار سے تقریباً تمام فقہاء کرام نے بیع کی تعریف یہ کیا ہے:

مُبَادَلَةُ الْمَالِ بِالْمَالِ بِالتَّرَاضِي [50]" یعنی (عاقدَین کے) باہمی رضامندی [51] سے مال کا مال سے باہمی تبادلے کو بیع کہتے ہیں۔"

نکاح کی طرح بیع میں بھی متعاقدین کے مابین ایجاب اور قبول شرط ہے اسی طرح ایجاب و قبول کے بعد دفع ثمن الی المشتری اور دفع مبیعہ الی البائع بھی شرط ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اخرس نطق پر قادر نہیں تو وہ ایجاب و قبول پر نطق کیسے کرے گا؟ اسی طرح بیع تام کرنے کے لیے بھی نطق کی ضرورت ہے۔ اسی بناء پر بعض علماء کے نزدیک اخرس بیع و شراء نہیں کر سکتا۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک بیع کے نفاذ و انعقاد میں نطق شرط نہیں ہے بلکہ اشارہ مفہمہ یا کتابت سے اَخرس کا عقدِ بیع صحیح ہے اور بیع نافذ ہو گا۔ کیونکہ اسی صورت میں اخرس کا اشارہ یا کتابت ناطق کے نطق کا

قائم مقام ہے ضرورتاً اور استحساناً۔ کیونکہ یہ ان کے مافی الضمیر اور مافی القلب کے اظہار کا ذریعہ ہے اور ان کے مافی القلب والضمیر پر دلالت کرتی ہے۔ اگر اشارہ مفہومہ نہ ہو اور نہ کتابت جانتا ہو تو پھر اسی صورت میں اَخرس کا عقد بیع صحیح نہیں ہے[52]۔

اخرس کی شہادت کا مسئلہ

دوسروں کے حق میں اَخرس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ شہادت میں اداء شرط ہے جس کا تعلق زبان سے ہے اور اخرس بولنے پر قادر نہیں ہے اس عدمِ اداء شہادت کی وجہ سے اَخرس کی شہادت قبول نہیں کیا جائے گا:

ولا تقبل شهادة الأخرس لعجزه عن الأداء [53]

جب کہ دیگر علماء کے نزدیک جب اخرس اشارہ مفہمہ سے شہادت کرے تو اسی صورت میں اس کی شہادت قبول کیا جائے گا کیونکہ شہادت متعلقہ معاملے کے علم سے عقلاً و شرعاً مربوط ہوتا ہے اس لیے شہادت صرف اس سے قبول کی جاتی ہے جو واقعہ کا علم رکھتا ہو۔ اسی قاعدے کے بناء پر اگر اخرس اشارہ مفہمہ یا کتابت سے اداء شہادت کرے تو اسی صورت میں اس کی شہادت قبول کیا جائے گا:

وشهادة الأخرس إذا فهمت إشارته جائزة[54]

ہر چہ نطق پر قادر شخص کا معاملہ ہے تو اس سے الفاظِ شہادت کے بغیر شہادت قبول نہیں کیا جائے گا[55]۔

حواشی و حوالہ جات

1 محمد بن مکرم بن منظور الأفریقي، لسان العرب ٦ :٦٢، مادہ خرس، دار صادر، بیروت (س۔ن)

2 سورۃ النحل ١٦ :٧٦

3 فتح محمد جالندھری، ترجمہ القرآن (اُردو) بذیل ترجمہ: سورۃ النحل ١٦ :٧٦، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ٢٠١٠ء

4 القرطبی، محمد بن أحمد شمس الدین، تفسیر القرطبی (الجامع لأحکام القرآن) ١٠ :١٤٩، بذیل تفسیر سورۃ النحل ١٦ :٧٦، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، ١٣٨٤ھ / ١٩٦٤ء

5 الفراہیدی، أبي عبد الرحمن الخلیل بن أحمد، کتاب العین ٥ :٣٨٧، دار ومکتبۃ الهلال (س۔ن)

6 تفسیر القرطبی ١ :٢١٤، بذیل تفسیر سورۃ البقرہ ٢ :١٨

7 سورۃ احقاف۴۶:۲۴

8 ابن أمیر الحاج، محمد بن محمد، التقریر والتحریر في علم الأصول ۲ :۲۳۰، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ ھ /۱۹۹۹ء

9 محمد أمین المعروف بأمیر بادشاہ، تیسیر التحریر ۲ :۲۵۸، دار الفکر، بیروت (س۔ن)

10 عبد العزیز بن أحمد بن محمد، علاء الدین، کشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوی ۴ :۳۷۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ /۱۹۹۷ء

11 الرازی، محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب ۲۱ :۳۷۳، دار إحیاء التراث العربي، بیروت (س۔ن)

12 الجرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات : ۴۳، تعریف:۱۴۳، دار الکتاب العربي، بیروت، ۱۴۰۵ھ

13 سورۃ آل عمران ۳ :۴۱

14 سورۃ مریم۱۹: ۱۰- ۱۱

15 تفسیر ۴ :۸۰، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳ :۴۱

16 محمد رشید بن علی رضا، تفسیر المنار: تفسیر القرآن الحکیم ۶ :۱۰۰، الهیئة المصرية العامة للكتاب، ۱۹۹۰ء

17 سورۃ مریم ۱۹ :۲۹

18 أبو داود، سلیمان بن الأشعث ، سنن أبي داود، كتاب الأيمان والنذور (۲۲) باب فِي الرَّقَبَةِ الْمُؤْمِنَة (۱۹) حدیث (۳۲۸۶)، دار الکتاب العربي، بیروت (س۔ن)

19 تفسیر القرطبی ۴ :۸۱، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳ :۴۱

20 صحیح البخاری، کتاب الطلاق (۶۸) باب اللعان (۲۴) حدیث (۴۹۳۶، ۶۵۰۳، ۵۳۰۱)

21 امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم ، کتاب الصیام (۱۴) باب وُجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ لِرُؤْيَةِ الْهِلاَلِ (۲) حدیث (۲۵۵۱) دار الجیل، بیروت (س۔ن)

22 النووی، أبو زکریا یحیی بن شرف ، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ۴ :۴۸، کتاب الصیام ، بذیل حدیث (۱۸۰۱)، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، ۱۳۹۲ھ

23 صحیح بخاری، کتاب الجنائز (۲۶) باب البکاء عند المریض (۴۴) حدیث (۱۳۰۴)

24 ابن ہمام الصنعانی ، أبو بکر عبد الرزاق، مصنف عبد الرزاق ۴ :۲۲۶، باب تعجیل الفطر، حدیث:۷۵۹۴ المکتب الإسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ

25 صحیح البخاری، کتاب الطلاق (۶۸) باب الإِشَارَةِ فِي الطَّلاَقِ وَالأُمُورِ (۲۳) تعلیقًا

26 صحیح البخاری، کتاب الطلاق (۶۸) باب الإِشَارَةِ فِي الطَّلاَقِ وَالأُمُورِ (۲۳) تعلیقًا

27 صحیح البخاری، کتاب جزاء الصید (۳۲) باب لاَ يُشِيرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلاَلُ (۵) حدیث (۱۸۲۴)

28 صحیح البخاری، کتاب الطلاق(٦٨)باب الإِشَارَةِ فِي الطَّلاَقِ وَالأُمُور (٢٣)حدیث(٥٢٩٥)

29 صحیح البخاری، کتاب الطلاق(٦٨)باب الإِشَارَةِ فِي الطَّلاَقِ وَالأُمُور (٢٣)حدیث(٥٢٩٥)

30 العسقلانی ، أحمد بن علی بن حجر أبو الفضل، فتح الباری شرح صحیح البخاری٩ :٤٣٨، بذیل تشریح حدیث(٤٩٩٣
)

دارالمعرفة، بیروت، ١٣٧٩ھ

31 المؤتمر الاسلامی، مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی:٨٢٥، المؤتمر الاسلامی، جدہ(س۔ن)

32 فتح الباری، شرح صحیح البخاری٩ :٤٣٨، بذیل تشریح حدیث(٤٩٩٣)

33 ابن النجیم، زین الدین بن إبراہیم ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق٣ :١٥٢، کتاب النکاح، باب المہر، دارالمعرفہ بیروت(س۔ن)۔۔۔محمد طاہر بن محمد بن محمد طاہر، تفسیر التحریر والتنویر٢١ :٢٨٦، مؤسسہ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ١٤٢٠ ھ /٢٠٠٠ء

34 إبراہیم بن محمد بن إبراہیم، ملتقی الأبحر١: ١٦٢، دار إحیاء التراث العربی، بیروت(س۔ن)

35 المرغینانی ، أبوالحسن علی بن أبی بکر، الہدایہ شرح البدایہ١ :١٩٠، المکتبۃ الاسلامیہ (س۔ن)

36 تفسیر قرطبی٤ :٨١

37 علاء الدین أبوالحسن علی بن سلیمان، الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف٨ :٣٨، دار إحیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ١٤١٩ھ

38 الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ٩ :٣٩، دارالفکر، دمشق(س۔ن)

39 راغب الأصفہانی حسین بن محمد بن المفضل، المفردات فی غریب القرآن:٥٢٣، مادہ طلق، دار العلم الدار الشامیہ، دمشق بیروت، ١٤١٢ھ

40 قید نکاح کی قید سے ملکِ رقبی کی قید سے آزاد کرنا نکل گیا کیونکہ غلام جب مالک کی قید میں ہو اور اس کو آزاد کیا جائے تو وہ بھی ایک طرح کی قید سے چھڑائی حاصل کرتا ہے لیکن یہ ملک رقبی کے قید سے نکل جاتا ہے۔

(الزرقانی، محمد بن عبدالباقی بن یوسف، شرح الزرقانی علی موطأالإمام مالک٣ :٢١٦، بیروت، ١٤١١ھ)

41 کمی ونقصان کی قید اس لیے زیادہ کیا گیا تاکہ طلاق کی تعریف اپنے افراد(طلاق رجعی اور طلاقِ بائن)کو شامل ہو جائے۔کیونکہ اِن اقسام میں اگرچہ عورت کُلی طور پر عقد نکاح سے نہیں نکلتی البتہ عقد نکاح میں کمی اور نقصان کرتی ہے۔(البحر الرائق٩ :١٠٢)

42 البحر الرائق شرح کنزالدقائق٣ :٢٥٢

43 الہدایہ شرح البدایہ١: ٢٣٧-٢٤١

44 وزارة الأوقاف والشئون الإسلامیۃ، کویت، الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیۃ١٩ :٩٤، کویت، ١٤٢٧ھ

45 یوسف بن عبد الہادی، زینۃ العرائس ۱ :۹، مکتبۃ مشکاۃ، الوراق، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء

46 الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج ۱۶ : ۶۰، دار الفکر المعاصر، دمشق، ۱۴۱۸ھ

47 الشنقیطی، محمد الأمین بن محمد المختار، أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن ۳ :۴۰۹، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء

48 زینۃ العرائس ۱ :۷

49 مرتضی زبیدی ، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس ۲۰ :۳۶۵، دار الہدایہ، بیروت (س۔ن)

50 بحر الرائق ۵ :۲۷۷ ، الھدایہ شرح البدایہ ۳ :۴۲ ، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴ :۶۵۲، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ۲ :۲۹

51 تَرَاضِیْ کا قید احناف معتبر مانتے ہے تاکہ اس قید سے بیع کی تعریف قرآن کی اس آیت کے مطابق ہوجائے: إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (سورۃ النساء ۴ :۲۹) دوسرا یہ کہ اس قید سے بیع کی تعریف سے بیع مکرِہ اور ہبہ نکل جائے۔ کیونکہ بیع مکرِہ اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتا اور ہبہ تبرّعاً ایک دوسرے کو دیا جاتا ہے۔

52 الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵ :۱۷۹

53 إبراہیم بن أبی الیمن محمد الحنفی، لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام: ۲۴۶ ، قاہرہ، ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

54 ابن عادل، أبو حفص عمر بن علی، تفسیر اللباب ۱ :۳۰۱۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت (س۔ن)

55 تفسیر قرطبی ۱۱ :۱۰۴